International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)

مطلقہ اور بیوہ کے بچوں کی کفالت: قرآن وسنت کی روشنی میں

عظمت بی بی

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ایم وائے یونیورسٹی، اسلام آباد azmatbibi6@gmail.com

ڈاکٹر حافظ محسن ضیاء قاضی

ڈائریکٹر انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ایم وائے یونیورسٹی، اسلام آباد hod.islamicstudies.edu.pk

ایاز اختر

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ایم وائے یونیورسٹی، اسلام آباد ayaz502000@gmail.com

Abstract

The guidelines provided by Qur'an and Sunnah are the main subject of this study, which examines Islamic views on the care and welfare of children who are either divorced or widowed. Complete guidance on financial and social duties for such children is provided by the Prophet ﷺ and the Qur'an, the primary source of Islamic law. This study focuses on the Qur'an and hadiths that emphasize the responsibility of society, parents and guardians to protect and treat children fairly. This paper, taking into account the various interpretations of Islamic scholars, considers how different concepts are used in child care both historically and in the present. This study emphasizes the unwavering commitment of Islam to uphold the rights and dignity of the children of divorce and widows, promoting divinely ordained laws and customs in the modern age.

Keywords: Quran and Sunnah, Islamic views, widow, divorced, Children's Care etc.

قرآن وسنت کی طرف سے فراہم کردہ رہنما اصول اس مطالعہ کا بنیادی موضوع ہیں، جوان بچوں کی دیکھ بھال اور بہبود سے متعلق اسلامی نظریات کا جائزہ لیتے ہیں جو یا تو طلاق یافتہ کے ہیں یا بیوہ کے ہیں۔ ایسے بچوں کے لیے مالی اور معاشرتی فرائض کے بارے میں مکمل رہنمائی رسول اللہ ﷺ اور قرآن، جو کہ اسلامی قانون کا بنیادی ماخذ ہے، فراہم کرتا ہے۔ اس مطالعہ میں قرآن اور احادیث پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جو بچوں کی حفاظت اور ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے کے لیے معاشرے، والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری پر زور دیتے ہیں۔ یہ مقالہ، اسلامی اسکالرز کی مختلف تشریحات کو مدنظر رکھتے ہوئے، بچوں کی دیکھ بھال میں تاریخی اور موجودہ وقت میں مختلف تصورات کو کس طرح استعمال کیا جائے، پر غور کرتا ہے۔ یہ مطالعہ طلاق اور بیواؤں کے بچوں کے حقوق اور وقار کو برقرار رکھنے، عصری دور میں الٰہی احکام کے مطابق قوانین اور رسوم کو فروغ دینے کے لیے اسلام کی غیر متزلزل لگن پر زور دیتا ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن وسنت، اسلامی نظریات، بیوہ، مطلقہ، بچوں کی دیکھ بھال وغیرہ۔

تعارف

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اس میں معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بغیر مددگار کے نہیں چھوڑا۔ اس نے ہر ایک کے لیے ایسے اسباب اور وسائل مہیا کیے ہیں کہ وہ اللہ کی زمین پر آسانی سے رہ کر اپنی زندگی کے دن گزار سکتے ہیں۔ یتیموں اور یتیموں کے بھی سماجی حقوق ہیں۔ ان کی مکمل حمایت ان کے حقوق کا تحفظ ہے اور ان کو مسترد کرنا ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اسلام نے یتیموں کے حقوق پر زور دیا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں یتیموں کا تذکرہ 23 مختلف مواقع پر آیا ہے جن میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے مال کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا شامل ہے۔ ظالم، ان کے حقوق اور املاک غصب کرنے والے کے لیے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے سائے میں کوئی یتیم ہو تو اس یتیم کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے۔ احادیث میں یتیم کی پرورش اور اس کے ساتھ حسن سلوک کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ امام انبیاءؑ نے فرمایا:

"جو مسلمانوں میں سے کسی یتیم کے کھانے پینے کا ذمہ دار ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"[1]

---

[1] جامع ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے یتیم کے سرپرستوں کو جنت میں اس کے ساتھ رہنے کی بشارت دی ہے کہ وہ جنت میں اس کے ساتھ ہوگا۔ میں ایسا ہی رہوں گا اور رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر اشارہ کیا۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا سرپرست، خواہ یتیم ہو، رشتہ دار ہو یا نہ ہو، جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ امام مالک نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ بچے کو اپنی تمام ضروریات کے لیے اپنے والدین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے والدین کے سہارے سے محروم ہے تو اس سے بڑا بے بس اور لاچار کوئی نہیں۔ یتیم ہونا کسی انسان کا عیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ آپ نے اپنے عزیز ترین بندے سید المرسلین ﷺ کو یتیم کی حالت میں جنم دیا کیونکہ آپ کے والد ماجد آپ کی ولادت مبارک سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ پھر ان کی والدہ ماجدہ بھی چھ سال کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس حالت کو قرآن مجید میں بیان کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے یتیموں سے محبت، ان کے ساتھ شفقت، مہربانی اور احسان کی عظیم مثالیں قائم کیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور برا سلوک کیا جائے۔"[2]

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جس نے کسی یتیم سے ہمدردی کی، اس سے نرمی سے بات کی، معاشرے کے غریبوں اور کمزوروں پر رحم کیا اور اللہ کے فضل سے اپنے پڑوسی پر ظلم نہیں کیا۔ پھر فرمایا: اے امت محمدیہ! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرے گا جس نے اجنبیوں کو صدقہ دیا حالانکہ اس کے اپنے رشتہ دار اس کے محتاج تھے۔ اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے! اللہ قیامت کے دن اس شخص پر رحم نہیں کرے گا۔ قرآن کریم نے تاکید کی ہے:

"کہ ان کا مال پوری ایمانداری کے ساتھ اُنہیں پر خرچ کرو، اپنی ذات میں ہرگز ان کا مال استعمال نہ کرو۔"[3]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یتیموں کے سرپرستوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یتیموں کا مال ان کی امانت ہے اور اسے پوری دیانت داری کے ساتھ ان پر خرچ کرنا چاہیے۔ سرپرستوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ یتیموں کا مال کبھی بھی اپنی ذاتی ضروریات کے لیے استعمال نہ کریں کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ آیت امانت کی اہمیت کو بیان کرتی ہے جس کے مطابق دوسروں کے مال پر قبضہ خیانت ہے۔ اسے ایمانداری سے خرچ کیا جائے اور ذاتی ضروریات کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

"اور جب بالغ ہو کر سوجھ بوجھ والے ہو جائیں، نفع ونقصان کی تمیز ان کے اندر آجائے تو ان کا مال ان کے حوالہ کردو۔"[4]

اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائیں اور ان کے مال کی دیکھ بھال کی استطاعت ہو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔ یعنی جب وہ نفع ونقصان کو سمجھنے پر قادر ہو جائیں تو ولی ان کے مال ان کے سپرد کر دے۔ بچے ذہین ہو جائیں تو ان کے حوالوں کو بھرپور بنایا جائے۔

"دوسری صورت جب کہ ان کے پاس مال نہیں ہے، لیکن ان کے عصبات یا ذوی الارحام موجود ہیں، تو پھر ان کی پرورش وپرداخت کے ذمہ دار یہی حضرات ہوں گے، البتہ ان میں یہ ترتیب ہوگی کہ عصبات میں زیادہ حق دار وہ ہوں گے جو رشتہ میں زیادہ قریب ہوں گے اور اگر عصبات موجود نہ ہوں تو ذوی الارحام ان کی کفالت کریں گے اور ان میں بھی قریبی رشتہ داری کو ترجیح دی جائے گی۔"[5]

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر یتیموں کے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے تو ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے قریبی رشتہ داروں پر ہوگی۔ اگر کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو تو ذی الارحم (دور کے رشتہ دار) ان کی کفالت کریں گے اور ان میں سے قریبی رشتہ داروں کو بھی ترجیح دی جائے گی۔

---

[2] ضعیف بالاجملۃ کافل الیتیم فھي صحیحۃ: رواہ ابن ماجۃ: 3679، مختصراً ورواہ ابن المبارک فی الزھد: 654 والمروزي فی البر والصلۃ: 208 وعبد بن حمید: 1467 وابن أبي الدنیا فی العیال: 607 والطبراني فی الأوسط: 5/99

[3] النسائ: ۲

[4] النسائ: ۶

[5] الموسوعۃ الفقھیہ، ج: ۱۷، ص: ۳۰۵

"ہاں! اگر عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر حاکم وقت ان کو کسی مسلمان کے سپرد کر دے گا، تاکہ وہ اس کی پرورش کرے اور اس کا خرچ بیت المال برداشت کرے گا۔"[6]

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی قریبی یا دور کا رشتہ دار نہ ہو جو یتیموں کی کفالت کر سکے تو حاکم وقت (حکومت) ان بچوں کی پرورش کی ذمہ داری لے کر انہیں کسی متقی مسلمان کے حوالے کر دے گی۔ اور ان کے اخراجات بیت المال سے پورے کیے جائیں گے۔ یہ حدیث مسلمانوں کو مالی معاملات میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور اس کے رشتہ دار یا رشتہ دار نہ ہوں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی پرورش اور سماجی مدد کرے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کرے اور ان کے اخراجات خزانے سے برداشت کرے۔

"اگر والدین فقیر ہوں تو باپ لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرے گا اور ایک قول یہ ہے کہ باپ کو بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان بچوں کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے۔"[7]

اگر والدین غریب ہیں تو ایک نظریہ کے مطابق باپ کو اپنے چھوٹے بچوں کی کفالت بھیک مانگ کر کرنی چاہیے جبکہ دوسرے نظریہ کے مطابق بچوں کی کفالت بیت المال کی ذمہ داری ہے۔ مال تاکہ والدین کو بھیک نہ مانگنی پڑے۔ ضرورت نہیں ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری اور سماجی بہبود کے اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ حدیث والدین کی مالی حالت کی دیکھ بھال اور ان کی اولاد کی دیکھ بھال کے بارے میں ہے۔ اگر والدین غریب ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خیال رکھیں۔ اگر والدین اپنے بچوں کی کفالت نہیں کر سکتے تو بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کون ہے جو اللہ پاک کو بہترین قرض دے تاکہ اللہ اس کے لیے اسے اور بھی زیادہ بڑھا دے۔"[8]

اس آیت میں اللہ کی رحمت اور ان کے فضائل پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ کے بندوں کو اچھا قرض دینے کی ترغیب دی جاتی ہے جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کا دگنا اجر عطا کرتا ہے۔

"سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔'' آپ ﷺ نے اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔"[9]

یہ حدیث یتیموں کی دیکھ بھال کی اہمیت کے بارے میں بتاتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ اور یتیم کا سرپرست جنت میں اکٹھے ہوں گے، اور اس حقیقت کے اظہار کے لیے آپ نے انگلیوں سے اشارہ کیا۔

نبی کریم ﷺ کی یتیموں پر رحمت و شفقت:

"حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت اور مسکین کے (کاموں) کے لئے کوشش کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اُس قیام کرنے والے کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اُس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔"[10]

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص قیامت کے دن تھکتا نہیں اور روزہ دار کی طرح ہے، وہ ان کارکنوں کے برابر ہے جو اپنے اعمال پر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا: وہ گورے مکھڑے والے آقا ﷺ جن کے چہرہ انور کے توسّل سے بارش مانگی جاتی ہے، اور آپ

---

[6] الموسوعۃ، ج:۱۷، ص:۳۰۵

[7] البحر الرائق، ج:۴، ص:۲۰۱

[8] البقرة:245

[9] صحيح: أخرجه البخاري، الأدب، باب فضل من يعول يتيما:6005

[10] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، 2047/5، الرقم:5038

ﷺ یتیموں کے والی اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔ اور وہ سفید (بازو) ہیں جن کا چہرہ بادلوں کی طرف پھیل رہا ہے، اور یتیموں کی حفاظت ان کے لیے تسکین کا باعث ہے۔"[11]

حضرت عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں نے سالم سے سنا کہ ان کے والد نے یہ کہا تھا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بارش برسا رہے ہیں۔ دعا کریں کہ بارش ان کے کہنے پر برسے اور ہر قطرہ نیزہ گرم کرے۔ یہ شعر ابی طالب کا ہے اور اسے امام بخاری، ابن ماجہ اور احمد ابن حنبل نے روایت کیا ہے۔ اس نظم میں ابی طالب نے اپنے بازو اس طرح بلند کیے ہیں جیسے اونچے بادلوں کی طرف جو بارش کی آمد کی علامت ہے۔ اور اس نے ایک اہم اصطلاح "ثمال الیتمی اسمائل" کا استعمال کیا جس کا مطلب ہے "یتیموں کی حفاظت ارم کے لیے ہے" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یتیموں کی حفاظت کی اہمیت پر زور دیا۔

"حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں اِس طرح ہوں گے۔ اور (آپ ﷺ نے) اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔"[12]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یتیموں کی کفالت کا بہت احترام فرمایا۔ اور اس کام کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرے گا اس کے بدلے میں جنت ہو گی۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے گواہی کا اشارہ بھی دیا جب آپ نے بیان کیا کہ انگوٹھے کو اپنی دوسری انگلی سے چھو کر یتیم کی کفالت کی اہمیت بتائی۔ یہ اشارہ ان کاموں کی اہمیت کو مزید واضح کرتا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یتیم کی پرورش کرنے والا، اگرچہ وہ اُس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اور میں جنت میں اِس طرح ہوں گے۔ راوی (مالک) نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی ملا کر اشارہ کیا۔"[13]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرتا ہے، اس کی محنت اور محبت۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی جنت میں بڑی عزت کے ساتھ خدمت کی جائے گی۔ اور حضور ﷺ کی گواہی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں بڑا فخر کرے گا۔

"حضرت مرہ بن عمرو فہری بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یتیم کی پرورش کرنے والا، خواہ وہ اُس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اور میں جنت میں اِس طرح ہوں گے۔ یا فرمایا: جیسے یہ (شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی) کے ساتھ ہے۔"[14]

حضرت مرہ بن عمرو فہری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرے، خواہ وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اس کی جنت میری طرح ہو گی۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی حالت شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان کے فاصلے کی طرح ہو گی۔ ہے اور آنحضرت ﷺ کی گواہی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں سب سے زیادہ عزت و تکریم میں ہو گا۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان یتیم بچے کے کھانے پینے کی کفالت کرے اللہ تعالیٰ ضرور اُسے جنت میں داخل کرے گا سوائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا (شرک جیسا) گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو۔"[15]

---

[11] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، 342/1، الرقم: 963

[12] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الطلاق، باب اللّعان، 2032/5، الرقم: 4998

[13] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، 2287/4، الرقم: 2983

[14] أخرجه الحميدي في المسند، 370/2، الرقم: 838

[15] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة اليتيم وكفالته، 320/4، الرقم: 1917

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں یتیموں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دیا ہے اور جنت میں داخلے کا وعدہ اللہ کی طرف سے ان کے اعمال کی شان ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرتا ہے جو اپنے بندوں کی محبت اور شفقت سے یتیموں کی کفالت کرتا ہے۔

"حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کثرت سے ذکرِ الٰہی فرماتے، عام بات چیت بہت کم فرماتے۔ آپ ﷺ نماز کو طویل فرماتے اور خطبے کو مختصر اور آپ ﷺ بیواؤں اور مسکینوں کی حاجت روائی کرنے کے لئے اُن کے ساتھ چلنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔"[16]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا وقت زیادہ تھا اور آپ نے وضو کو برقرار رکھنے کے لیے لمبی نمازیں پڑھیں۔ لیکن وہ کم بولتے تھے کیونکہ زیادہ بات کرنے سے وقت ضائع ہوتا اور اللہ کی رضا اور قربانی حاصل کرنا ان کا مقصد تھوڑے ہی وقت میں پورا ہو جاتا۔ اور اس کی مہربانی اور شفقت کو دیکھ کر کسی کو شرمندگی یا شرمندگی محسوس نہ ہوئی۔

"حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ پہلا شخص ہوں جس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا مگر یہ کہ ایک عورت جلدی سے میرے پاس آئے گی، میں اُس سے پوچھوں گا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ تم کون ہو؟ وہ عرض کرے گی: میں وہ عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے بیٹھی رہی (دوسرا نکاح نہیں کیا تو آپ ﷺ اسے جنت میں داخل فرما دیں گے)۔"[17]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس عورت نے محنت کر کے اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی ہو اسے جنت کا رزق ملے گا اور حضور ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر اسے داخل فرمایا۔ جنت میں. یہ بہت بڑی سنت ہے کہ محنتی عورت جو محنت کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا کرتا ہے اور اس کے اعمال کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔"[18]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں یتیموں کے حقوق بہت اہم ہیں۔ وہ گھر جہاں یتیم کی عزت کی جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے وہ گھر اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس وہ گھر جہاں کسی یتیم کو اس کا حق نہ دیا جائے اور اس کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے وہ سب سے برا گھر ہے۔ یہ حدیث ہمیں یتیموں کی حالت زار کی اہمیت اور ان کے ساتھ احترام اور محبت سے پیش آنے کی ضرورت کی یاد دلاتی ہے۔

"حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، اور اُس وقت میں مکہ مکرمہ میں تھا، (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت سعد اُس جگہ مرنا ناپسند فرماتے تھے جہاں سے اُنہوں ہجرت کی تھی. آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم فرمائے۔ (حضرت سعد بیان کرتے ہیں) میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: نصف کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: تہائی مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تہائی مال سے درست ہے، لیکن تہائی مال بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اُنہیں غریب چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور جو کچھ تم راہِ خدا میں خرچ کرو وہ صدقہ ہے، یہاں تک کہ جو لقمہ اُٹھا کر تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو، وہ بھی صدقہ ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اعلیٰ منصب عطا فرمائے گا،

---

[16] أخرجه النسائي في السنن، كتاب الجمعة، باب ما يستحب من تقصير الخطبة، 108/3، الرقم: 1414

[17] أخرجه أبو يعلى في المسند، 7/12، الرقم: 6651

[18] أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب الأدب، باب حق اليتيم، 1213/2، الرقم: 3679

بہت سارے لوگ تم سے نفع اُٹھائیں گے جبکہ بعض لوگ نقصان بھی اُٹھائیں گے۔(بعد ازاں آپ ﷺ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا حضرت سعد فوج کے سپہ سالار بنے اور بہت سارے لوگ ان کی فتوحات سے مالِ غنیمت سے مستفید ہوئے، کئی مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ کفار آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے تھے)۔
اُن دنوں حضرت سعد بن ابی وقاص کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔"[19]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو مال کی وصیت کرنے کے بجائے اخلاقی اور اجتماعی مسائل پر توجہ دینے کو ترجیح دی۔اسلامی تعلیمات میں اخلاقی اور اجتماعی سماجی مسائل کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے۔

طلاق اور خلع کے بعد بچوں کی کفالت:

تحویل کا حق ایک مشترکہ حق ہے،ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری ہے،لیکن جب میاں بیوی طلاق یا طلاق کے ذریعے الگ ہو جائیں اور بچے ابھی چھوٹے ہوں،تو عام قاعدہ اور واقعاتی مسئلہ یہ ہے کہ اس کا حق ماں کی تحویل میں ہے. ہر ایک کو اس وقت تک ترجیح ہے جب تک کہ وہ عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے کہ ماں کو بچے کی پرورش کا حق حاصل ہے،بلکہ ایک ضروری عبارت کے طور پر ہے۔لیکن فقہاء کے نزدیک یہ آیت رضاعت ہے:

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ حکم اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے"[20]

ایک ماں کو حکم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلانے کی مدت پوری کرے۔یعنی اگر کوئی ماں چاہتی ہے کہ اس کا بچہ دودھ پیتا رہے تو اسے حکم ہے کہ وہ اسے دو سال تک دودھ پلائے۔اسی طرح سے سنن ابو داؤد کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جسے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

"ایک عورت عرض گزار ہوئی: یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا، میری چھاتی (پستان) اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری آغوش اس کے لیے جائے قرار تھی، اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے۔"[21]

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے طلاق کی صورت میں اپنے بچے کے حقوق کی حفاظت کی درخواست کی۔رسول اللہ ﷺ نے اسے نصیحت فرمائی کہ جب تک وہ دوسری شادی نہ کرلے وہ بچے کی حقدار ہے۔یعنی جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے تب تک وہ بچے کی حفاظت کی زیادہ حقدار ہے۔علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے کیونکہ وہ زیادہ رحم دل اور اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور زیادہ صبر کرنے والی ہے۔"[22]

بچوں کے لیے ماں کی شفقت اور محبت بے مثال ہے۔وہ اپنے بچوں کی بے پرواہی سے پرورش کرتی ہے اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتی ہے۔مائیں عموماً بچوں کی دلچسپیوں اور ضروریات کو بہتر طور پر سمجھتی ہیں۔اس لیے وہ ان کی تربیت کو بہتر طور پر سمجھتی ہے اور ان کی ذہانت کو بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔اولاد کی تربیت میں ماں کا صبر بہت ضروری ہے۔وہ اپنے بچوں کی خواہشات اور مشکلات کو برداشت کرتی ہے اور ان کی تربیت کے دوران صبر کرتی ہے۔اولاد کی تربیت کے معاملے میں ماں باپ سے زیادہ حقدار سمجھی جاتی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

19 أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس، 1006/3، الرقم: 2591

20 البقرة: ۲۳۳

21 سنن ابی داؤد: ۲۲۷۶، حسن

22 التعليق على سبل السلام للشيخ عبد الله بسام: ۱۵۶۱/۳

International Journal of Islamic Studies & Culture
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)
ISSN-2709-3905
PISSN2709-3891

"بچہ جب نا سمجھ ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ یہ بچے کا حق ہے، والدین کا نہیں کیونکہ ماں بچے کے حق میں باپ کی نسبت زیادہ نرم دل اور رقیق ہوتی ہے۔"[23]

اولاد کے حقوق کی پرورش میں ماں باپ سے زیادہ نرم و ملائم ہے۔ وہ ان کی کمزوریوں اور فہم کو بہتر طور پر سمجھتی ہے اور انہیں سکھاتی ہے۔ بچوں کے لیے ماؤں کی محبت غیر متنازعہ ہے۔ وہ اپنے بچوں کی محبت میں ہر قسم کی قربانی دے سکتی ہے۔ بچوں کی سمجھ میں کمی کی صورت میں مائیں ان کی پرورش کی زیادہ حقدار ہوتی ہیں اور ان کے حقوق کا تحفظ ان کی بنیادی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بچہ اور عدیم العقل کی پرورش کی ماں زیادہ حقدار ہوتی ہے جبکہ اسے طلاق دے دی گئی ہو کیونکہ بچے سے زیادہ قریب اور زیادہ شفقت رکھنے والی ماں ہوا کرتی ہے اگرچہ اس قرب و شفقت میں باپ کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہو سکتا ہے مگر اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ باپ بھی ماں جیسی شفقت نہیں دے سکتا کیونکہ وہ بذات خود بچے کی حضانت نہیں کیا کرتا بلکہ وہ یہ کام اپنی بیوی کے سپرد کر دیتا ہے۔"[24]

بچوں کی پرورش کا حق ماں کا ہے اور وہ اسے اس وقت تک رکھ سکتی ہے جب تک بچے کو کھانے پینے اور رفع حاجت کے لیے ماں کی ضرورت ہو اور یہ مدت فقہاء نے متعین کی ہے۔ عمر کا تعین کرتے وقت لڑکے کے لیے سات سال اور لڑکی کے لیے نو سال یا حیض شروع ہونے تک۔ میرے پاس یہ لفظ ہے "مالم تنحنی"" "جب تک تم دوبارہ شادی نہ کر لو"، اسی طرح اگر عورت کا کردار بد اخلاق اور برے رویے کی ہو جس سے بچے کے اخلاق پر برا اثر پڑے تو ایسی صورت میں بھی۔ پرورش کا حق باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ماں بھی مرتد ہو جائے، کوئی دوسرا مذہب یا دھرم اختیار کر لے اور بد مذہب ہو جائے تو ولدیت کا حق باطل ہو جائے گا کیونکہ بچہ مسلمان ہے اور اگر ماں مرتد ہو جائے تو بچے کا مذہب۔ خطرے میں ہو جائے گا. اگر بچہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور اسے مزید تحویل کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ شروع میں تھا، اس صورت میں، اگر کوئی اور آپشن نہیں ہے، تو بچے کو اختیار دیا جائے گا اور وہ اپنے پاس رکھنے کا انتخاب کرے گا۔ اسے والدین سے۔ حقیقت مل جائے گی۔ اس کی دلیل ابوہریرہ کی روایت ہے:

"ابی میمونہ سے روایت ہے کہ میں ابوہریرہ کے پاس تھا تو فرمایا: "ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے جب کہ یہ اب مجھے فائدہ بھی دیتا ہے اور میرے لیے ابو عنبہ کے کنویں سے پانی بھی لاتا ہے، اس دوران اس بچے کا باپ بھی آیا اور کہا کہ کون میرے لڑکے کے بارے میں مجھ سے جھگڑ رہا ہے؟ تو نبی ﷺ نے بچے سے فرمایا: یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، دونوں میں سے جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور ماں اسے اپنے ساتھ لے گئی۔"[25]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچہ اپنی ماں یا باپ کے ساتھ ہو تو اسے دونوں کی عزت اور حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بچے کو انتخاب کا حق دیا اور اس نے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما جو کہ اس کے حقوق کا احترام کرنا تھا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے کی تعلیقات میں اس کے تحت لکھا ہے:

"مناسب یہ ہے کہ اس کو مطلقاً اور عمومی حکم سمجھنے کے بجائے بچے کی مصلحت کے ساتھ مقید کیا جائے، محض بچے کے انتخاب کو بنیاد نہ بنایا جائے اس لیے کہ ابھی وہ ضعیف العقل ہے۔"[26]

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ بچے کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے فیصلے بچے کے بہترین مفاد میں کیے جانے چاہئیں، نہ کہ صرف بچے کی پسند کی بنیاد پر، کیونکہ وہ اب بھی ذہنی طور پر معذور ہیں۔ اس کے بجائے، فیصلہ بچے کے بہترین مفادات اور ان کی حفاظت کے معیار پر کیا جانا چاہیے۔

"حضرت رافع بن سنان سے مروی ہے کہ وہ خود مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ماں کو ایک طرف اور باپ کو دوسری طرف بیٹھا دیا اور بچے کو دونوں کے درمیان بیٹھا دیا تو بچہ

---

23 الام: ۸/۲۳۵

24 المغنی: ۷/۶۱۳، ۶۱۴

25 سنن النسائی: ۳۴۹۶

26 الروضۃ الندیہ: ۲/۳۳۸

ماں کی جانب مائل ہوا، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: "اللھم اھدہ" "اے اللہ اسے ہدایت دے"، اس پر وہ بچہ باپ کی طرف مائل ہو گیا اور باپ نے بچے کو پکڑ لیا۔"[27]

رسول اللہ ﷺ نے بچے کے انتخاب کو بنیاد بنایا اور اس کے لیے ماں کی طرف مائل ہونے کی دعا فرمائی۔ یہ واقعہ اس بات کی ایک مثال ہے کہ کس طرح بچے کے بہترین مفاد کی روشنی میں حفاظتی معیارات اور اقدامات بچے کے بہترین مفاد میں کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دعاؤں کے جواب دینے والے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی تمام دعائیں قبول فرماتے تھے، لیکن آج ہمارے اعمال بہت غلط ہیں، اسی وجہ سے ہماری ہر دعا قبول نہیں ہوتی، لہٰذا موجودہ حالات میں جب ایسی صورت حال پیش آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول نہیں کرتا۔ بچے کو اختیار دینا ضروری ہے۔ اس کی بجائے اس کی فضیلت اور خیر خواہی کے پیش نظر اسے ایک مسلمان باپ یا مسلمان ماں کے حوالے کر دیا جائے گا تاکہ اس کی پرورش اسلام میں ہو اور وہ کافر ہونے کے بجائے دائرہ اسلام میں پروان چڑھے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر بچے کے لیے فضیلت اور احسان کا پہلو زیادہ ہو تو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ اگر ماں باپ سے زیادہ تربیت اور حفاظت کر سکتی ہے اور باعزت عورت ہے تو ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے گی۔ غفلت یا اختیار سے کسی چیز کو خاطر میں نہیں لایا جائے گا کیونکہ بچہ کم فہم اور کم ذہین اور زیادہ جاہل اور مستقبل سے کم خوفزدہ ہوتا ہے۔ اگر ماں سے زیادہ باپ میں یہ صفات موجود ہوں تو بچے کو باپ کے حوالے کر دیا جائے، پھر اس کی تعلیم کا ذمہ دار ہو گا۔) شریعت اس کے علاوہ کسی چیز کی متحمل نہیں ہو سکتی، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ (سنن ابوداؤد) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ" (التحریم) پس جب ماں اسے مکتب و مدرسہ میں چھوڑتی ہو، اسے قرآن مجید سکھاتی ہو اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں سے میل جول ہی کو ترجیح دیتا ہو اور اس کا والد اسے ان کاموں کی اجازت دیتا ہو تو ماں ہی اس کی زیادہ مستحق ہے، ایسی صورت میں اختیار اور قرعہ اندازی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اس کے برعکس (اگر والد دین سکھاتا ہو اور ماں کھیل کود کی اجازت دیتی ہو تو باپ زیادہ مستحق) ہے۔"[28]

ماں کے بعد بچے کی کفالت کی سب سے زیادہ حقدار خالہ ہے، اگر ماں موجود نہ ہو یا ماں مرتد ہو گئی ہو یا بد کردار ہو یا ماں نے طلاق اور طلاق کے فوراً بعد کسی اور سے نکاح کر لیا ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لڑکی اپنے خالہ کے پاس ہو گی کیونکہ خالہ ماں ہے۔"[29]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمے ان کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو (مولود لہ سے مراد باپ ہے)"[30]

ہمارے معاشرے میں اسلامی تعلیمات سے انحراف کی وجہ سے طلاق یافتہ عورت اور اس کے بچے کے نفقہ کا مسئلہ پیچیدہ ہو سکتا ہے۔ شرعی قانون کے مطابق، یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی سابقہ بیوی اور بچے کو اپنی استطاعت کے مطابق مہیا کرے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے جس نے ان کے بچے کو جنم دیا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کے دوران اس کی مالی مدد کرے۔ قانون اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ عورت اور بچے کی دیکھ بھال والد یا اس کے ورثاء کریں، تاکہ ان کی خیریت سے سمجھوتہ نہ ہو۔ اسلام بچوں کی دیکھ بھال کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور ان کی پرورش کو یقینی بنانے کی ذمہ داری خاندان پر ڈالتا ہے۔ خاندانی اور سماجی ڈھانچے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ مغربی اصولوں کی تقلید کے بجائے اسلامی اصولوں پر کاربند رہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم ہمدردی، تعاون اور باہمی تعاون پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جو نہ صرف مشرق بلکہ مغرب کے لیے بھی ضروری ہے جہاں سماجی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اسلام معاشرتی اقدار کے ٹوٹنے کا حل پیش کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ اسلام کے پیغام کو عام کر کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم اسلام کی سچائی اور حسن کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

---

27 صحیح سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوین مع من یکون الولد، ح: ۱۹۶۳

28 زاد المعاد: ۵؍۴۷۵، بحوالہ فقہ الحدیث: ۲؍۲۴۲

29 صحیح الجامع: ۱۳۴۷

30 سورۃ البقرۃ: ۲۳۳

ISSN-2709-3905
PISSN2709-3891

خلاصہ / نتیجہ

معاشرے کے اندر مختلف قبیلوں، خاندانوں اور برادریوں کی منفرد شناخت، رہائش، طرز زندگی اور ثقافتیں ہیں، پھر بھی وہ سب ایک معاشرے کے طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دکھ اور خوشی کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ دینا ان کا فرض ہے، اور وہ موجودہ واقعات سے متاثر ہونے والوں کی دیکھ بھال کو سماجی ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ نچلے اور اعلیٰ دونوں طبقے یہ ذمہ داری اٹھاتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس پیشکش کرنے کے لیے وسائل ہیں۔ تاہم، آج کے معاشرے میں ایک اہم مسئلہ یتیم بچوں کی دیکھ بھال ہے۔ یہاں تک کہ معاشرے کے امیر افراد بھی اس چیلنج سے روکے ہوئے ہیں، کیونکہ انہیں نہ صرف یتیموں کی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ان کی تعلیم، تربیت اور مجموعی طور پر بہبود کی بھی ضرورت ہے۔ ان بچوں کو نظر انداز کرنا سنگین نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ اسلام یتیموں اور بے سہارا بچوں سمیت تمام افراد کے حقوق کی دیکھ بھال کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ ان بچوں کے مختلف حالات ہو سکتے ہیں، جیسے کہ دولت کا ہونا یا رشتہ داروں پر انحصار کرنا۔ ان صورتوں میں جہاں ان کے پاس وسائل ہوں، ان کی دیکھ بھال ان کی اپنی دولت سے کی جانی چاہیے، چاہے وہ کسی قریبی رشتہ دار کے ذریعے ہو یا کسی دوسرے سرپرست کے ذریعے، ان کی تعلیم اور ترقی پر مناسب دیکھ بھال اور توجہ کو یقینی بنایا جائے۔

کتابیات

1. القرآن
2. أخرجه الحميدي في المسند، 370/2، الرقم: 838
3. أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب الأدب، باب حق اليتيم، 1213/2، الرقم: 3679
4. أخرجه أبو يعلى في المسند، 7/12، الرقم: 6651
5. أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، 342/1، الرقم: 963
6. أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الطلاق، باب اللّعان، 2032/5، الرقم: 4998
7. أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، 2047/5، الرقم: 5038
8. أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكفّفوا الناس، 1006/3، الرقم: 2591
9. أخرجه الترمذي في السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة اليتيم وكفالته، 320/4، الرقم: 1917
10. أخرجه النسائي في السنن، كتاب الجمعة، باب ما يستحب من تقصير الخطبة، 108/3، الرقم: 1414
11. أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، 2287/4، الرقم: 2983
12. الام: ۸، ۲۳۵
13. البحر الرائق، ج: ۴، ص: ۲۰۱
14. التعليق علیٰ سبل السلام للشيخ عبد الله بسام: ۳، ۱۵۶۱
15. الروضة الندیہ: ۲، ۳۳۸
16. زاد المعاد: ۵، ۴۷۵، بحوالہ فقہ الحدیث: ۲، ۲۴۲
17. سنن ابی داؤد: ۲۲۷۶، حسن
18. سنن النسائی: ۳۴۹۶
19. صحیح الجامع: ۱۳۴۷
20. صحیح سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوين مع من يكون الولد، ح: ۱۹۶۳
21. صحیح: أخرجه البخاري، الأدب، باب فضل من يعول يتيما: 6005
22. ضعيف بالاجملة كافل اليتيم فهي صحيحة: رواه ابن ماجة: 3679، مختصراً ورواه ابن المبارك في الزهد: 654 والمروزي في البر والصلة: 208 وعبد بن حميد: 1467 و ابن أبي الدنيا في العيال: 607 والطبراني في الأوسط: 5/99

23. المغنی:۷،۱۳/۷،۶۱۴
24. الموسوعۃالفقھیہ،ج:۱۷،ص:۳۰۵
25. الموسوعۃ،ج:۱۷،ص:۳۰۵
26. النسائی:۲
27. النسائی:۶